اسلام میں تحریمِ اشیاء اور اس کی حکمت

از: شیخ یوسف القرضاوی
ترجمہ عبدالحمید صدیقی

تحریم مُردار اور اس کی حکمت آیاتِ قرآنی میں جن محرماتِ خورد و نوش کا ذکر کیا گیا ہے اُن میں سب سے پہلے مُردار ہے۔ مُردار سے مُراد وہ جانور اور پرندہ ہے جو اپنی طبعی موت مر جائے یعنی اُس کے مرنے میں انسان کے سعی و عمل کا کوئی دخل نہ ہو۔

ہو سکتا ہے کہ دورِ حاضر کے انسان کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ انسان پر مُردار کو حرام کرنے میں آخر کیا حکمت ہے اور وہ کیوں اُس سے اپنے کام و دہن کی تسکین نہیں کر سکتا؟ ہم اس سوال کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اس (مُردار) کے حرام کرنے میں بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

۱۔ طبعِ سلیم اس سے اِبا کرتی ہے اور اُسے گندا اور ناپاک سمجھتی ہے اور سمجھ دار لوگ اسے کھانا توہین سمجھتے ہیں جو احترامِ آدمیت کے منافی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جملہ اہلِ کتاب اس کی حُرمت کے قائل ہیں اور وہ صرف ذبح شُدہ جانور ہی کھاتے ہیں اگرچہ ذبح کرنے کے طریقے مختلف ہیں۔

۲۔ جملہ دینی و دنیاوی اُمور میں مسلمان کو قصد و ارادہ کا عادی بنایا جائے۔ کسی چیز کا حصول یا کسی کام کا خاطر خواہ نتیجہ اُس کے لیے اسی وقت ممکن ہو جب پُوری نیت، ارادے اور کوشش سے اس کی طرف متوجہ ہو۔ ذبح جو کسی جانور کو مُردار کے حکم میں نہیں، اُس کا مطلب بھی یہی ہے کہ کھانے کی غرض سے کسی جانور کے رشتۂ روح و بدن کو منقطع کرنے کا ارادہ کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کسی انسان کے لیے یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ کوئی ایسی چیز کھائے جسے حاصل کرنے کا اُس نے کوئی ارادہ نہیں کیا اور جس کے بارے میں وہ بالکل غور و فکر نہ کرے جیسا کہ مُردار، مگر ذبیحہ یا شکار دونوں کے حصول میں ارادہ اور سعی و عمل کا دخل ہوتا ہے۔

۳۔ جو جانور از خود مر جائے تو ہو سکتا ہے کہ وہ کسی دیرینہ یا ہنگامی بیماری یا کسی زہریلی گھاس پھونس

کے کھانے سے مرا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ شدّتِ ضعف اور طبیعت کی کمزوری سے مر گیا ہو ان تمام صورتوں میں اس کا کھانا نقصان اور ضرر سے خالی نہیں ہو سکتا۔

۴۔ اللہ تعالیٰ مُردار کو ہم بنی نوعِ انسانی پر حرام کر کے جانوروں اور پرندوں کے لیے اپنی شانِ رحیمی کے تحت یہ موقع مہیا کرتا ہے کہ وہ مُردار کو اپنی غذا بنائیں کیونکہ وہ بھی جیسا کہ قرآن مجید میں آتا ہے ، ہماری طرح جماعتوں کی جماعتیں ہیں۔ یہ بات جنگلات اور اُن جگہوں میں صاف طور پر مشاہدہ کی جا سکتی ہے جہاں کسی جانور کا مُردار پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔

۵۔ اگر کوئی انسان کسی جانور کو رکھنا چاہے تو وہ ،سے اس طرح نہ چھوڑ دے کہ وہ کسی مرض یا کمزوری کا شکار ہو کر مر جائے بلکہ اس کے علاج و آرام میں عجلت سے کام لے۔

بہائے ہوئے خون کی تحریم ان حرام شُدہ چیزوں میں سے دوسری چیز بہایا ہوا خون ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے تلی کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا "اسے کھاؤ"۔ لوگوں نے کہا "وہ تو خون ہے"۔ آپ نے جواب دیا "اللہ تعالیٰ نے تم پر بہائے ہوئے خون کو حرام کیا ہے"۔ اور اس کے حرام کیے جانے میں یہ راز ہے کہ وہ گندا ہوتا ہے اور نفاست پسند طبائع انسانی اس سے ابا کرتی ہیں۔ نیز ضرر رسانی کا اُس میں بھی مُردار ہی کی طرح احتمال ہے۔

زمانۂ جاہلیت میں اگر کسی شخص کو بھوک لگتی تھی تو وہ ہڈی یا اس طرح کی کوئی تیز چیز لے کر اپنے اونٹ یا جانور کو فصد لگاتا تھا پھر جو خون اُس سے نکلتا تھا اُسے جمع کر کے پی لیتا تھا۔ چونکہ اس فصد لگانے سے جانور کو تکلیف ہوتی ہے اور وہ کمزور ہو جاتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے حرام فرما دیا ہے۔

سؤر کا گوشت محرّمات میں سے تیسری چیز سؤر کا گوشت ہے۔ چونکہ سؤر کی پسندیدہ ترین غذا گندی اور پلید چیزیں ہوتی ہے اس لیے سلیم الطبع انسان اُسے ناپاک سمجھتے ہیں اور موجودہ طب نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ سؤر کے گوشت کا کھانا دنیا کے سارے علاقوں میں نقصان دہ ہے۔ اسی طرح سائنسی تجربات سے یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ اس کے گوشت کا کھانا ایک قسم کے مہلک کیڑے کے پیدا ہونے کا سبب بنتا ہے۔ اور کون جانتا ہے کہ کل سائنس ہم پر سؤر کے گوشت کی تحریم کے کن کن اسرار کا انکشاف کرے گی جنہیں ہم آج نہیں جانتے۔ اور سچ کہا ہے خداوندِ

ذوالجلال نے اپنے اس قول میں جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے بیان کیا ہے کہ وَ یُحَرِّمُ عَلَیْہِمُ الْخَبٰٓئِثَ (اور اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر ناپاک چیزوں کو حرام ٹھہرایا ہے)۔

بعض محققین یہ بھی کہتے ہیں: سؤر کا گوشت ہمیشہ کھاتے رہنے سے غیرت و حمیّت کا جذبہ کمزور پڑ جاتا ہے۔

غیر اللہ کے نام کا ذبیحہ حرام شدہ چیزوں میں سے چوتھی چیز غیر اللہ کے نام کا ذبیحہ ہے، یعنی ایسا جانور جسے غیر اللہ (بُت وغیرہ) کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔ بُت پرستوں میں یہ رواج تھا کہ جب وہ کسی جانور کو ذبح کرتے تھے تو اُس پر اپنے بُتوں مثلاً لات و عزّیٰ وغیرہ کے نام لیتے تھے اس سے اُن کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ غیر اللہ کا تقرب حاصل کریں اور ربِّ عظیم کے نام کو چھوڑ کر غیروں کے ناموں سے اپنی عبودیّت کو وابستہ کریں۔ غیر اللہ کے نام کے ذبیحے کو حرام کرنے کا سبب خالصتاً دینی ہے یعنی اس سے مقصود صرف یہ ہے کہ توحید الٰہی کی حفاظت کی جائے اور عقاید کو پاک رکھا جائے اور شرک اور بُت پرستی کے سارے مظاہر کا ہر میدان میں مقابلہ کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرما کر رُوئے زمین کی ہر چیز کو اس کے لیے مسخّر اور جانوروں کو اس کے تابع کر دیا ہے۔ اور اس کے لیے یہ بات جائز رکھی ہے کہ وہ اللہ کا نام لے کر ہر حلال جانور کو ذبح کر کے اس کے رشتہ رُوح و بدن کو منقطع کر سکتا ہے۔ ذبح کے وقت اس پر اللہ کا نام لینے کا مطلب اس بات کا اعلان ہے کہ اس زندہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی رضا سے ذبح کیا گیا ہے لیکن اگر وہ جانور کو ذبح کرتے ہوئے اس پر کسی غیر اللہ کا نام لے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اُس نے اللہ کے حکم کو جھٹلایا اور خود کو اس بات کا مستحق ٹھیرایا کہ اس ذبح شدہ جانور (کو کھانے) سے محروم رہے۔

مُردار کی اور قسمیں اگر اجمالی طور پر ذکر کیا جائے تو محرّمات صرف مذکورہ بالا چار ہی ہیں۔ مگر سُورۃ مائدہ کی ایک آیت میں مُردار کی اقسام کو ذرا تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور یُوں اُن کی تعداد دس ہو گئی ہے:

۵۔ اَلْمُنْخَنِقَةُ: وہ جانور جو کسی وجہ سے گلا گھٹ کر مر گیا ہو۔

۶۔ اَلْمَوْقُوْذَةُ: وہ جانور جسے ڈنڈے وغیرہ سے اس قدر پیٹا گیا ہو کہ وہ مر جائے۔

۷۔ اَلْمُتَرَدِّیَةُ : وہ جانور جو کسی اُونچی جگہ سے یا کنوئیں وغیرہ میں گر کر مر گیا ہو۔

۸۔ اَلنَّطِیْحَةُ : وہ جانور جسے کسی دوسرے جانور نے سینگ مارا ہو اور اس سے اُس کی موت واقع ہوگئی ہو۔

۹۔ درندوں کا کھایا ہوا : وہ جانور جسے کسی دوسرے شکاری جانور نے کاٹ کھایا ہو اور اس سے وہ مرگیا ہو۔

مُردار کی ان پانچ مزید قسموں کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِلَّا مَا ذَکَّیْتُمْ یعنی ان جانوروں میں سے جو جانور تمہیں اس حالت میں مل جائے کہ اس میں ابھی زندگی باقی ہو اور تم اُسے ذبح کر لو تو وہ تمہارے لیے حلال ہے۔ ایسے جانور کے حلال ہونے کے لیے یہی شرط کافی ہے کہ ذبح کیے جانے سے پہلے اس میں زندگی کی رمق ہو۔ چنانچہ حضرت علیؓ ابن ابی طالب سے روایت ہے کہ جب تم موقوذہ، متردیہ اور نطیحہ کو قابلِ ذبح پاؤ یعنی اس حالت میں کہ اس کے ہاتھ پاؤں میں حرکت موجود ہو تو اُسے ذبح کر کے کھالو۔ ضحاک فرماتے ہیں کہ دورِ جاہلیت میں لوگ ان مرداروں کو کھا لیتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے انہیں حرام کر دیا بجز اس کے کہ وہ انہیں زندہ پا کر ذبح کرلیں۔

ان اقسام کے حرام کیے جانے کی حکمت : مُردار کی مذکورہ بالا اقسام کو حرام کرنے میں اگرچہ یہ حکمت بھی ہے کہ اِن میں بھی ضرر رسانی کا ویسا ہی احتمال ہے جیسا کہ عام مردار میں ہے مگر اس میں ایک اور حکمت بھی ہے کہ وہ حکیم و علیم ذات لوگوں کو یہ تعلیم دینا چاہتی ہے کہ وہ جانوروں کی دیکھ بھال اور نگہداشت میں پوری دلچسپی لیں اور وہ انہیں بالکل ہی نظر انداز نہ کر دیں کہ ان میں سے کوئی گلا گھٹ کر یا کسی اونچی جگہ سے گر کر ہلاک ہو جائیں۔ نیز وہ انہیں یونہی نہ چھوڑ دیں کہ آپس میں ٹکرا کر ایک دوسرے کو مار ڈالیں۔ اور یہ بھی بالکل جائز نہیں کہ کسی جانور کو اس قدر پیٹا جائے کہ وہ ڈنڈے وغیرہ کی چوٹ کے اثر سے مرجائے جیسا کہ بعض سنگدل گڈریے کرتے ہیں۔ وہ دو بیلوں یا دو مینڈھوں کو اکسا کر ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں یہاں تک کہ وہ دونوں ہلاک یا ادھ موئے ہو جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے علماء نے یہ کہا ہے کہ نطیحہ حرام ہے اگرچہ وہ سینگ لگنے ہی سے زخمی ہوا ہو اور خون اس جگہ سے نکلا ہو جہاں سے اُسے ذبح کیا جاتا ہے۔ میرے خیال

میں نطیحہ کے حرام کیے جانے کا مقصد یہ ہے کہ جانوروں کو ایک دوسرے سے لڑانے والوں کو اس بات کی سزا دی جائے کہ وہ دو جانوروں کو آپس میں لڑا کر اُن میں سے ایک یا دونوں کی موت کا سبب بنے۔

جہاں تک درندوں کے خوردے کے حرام کیے جانے کا تعلق ہے تو اُس میں پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ انسانی عزّت و وقار سے فروتر ہے کہ وہ درندوں کا پس خوردہ کھائیں۔ دورِ جاہلیت کے لوگ درندوں کے پس خوردہ شکار کھا لیتے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے لیے اسے حرام فرما دیا ہے۔

آستانوں کا ذبیحہ حرام کردہ چیزوں میں سے دسویں آستانوں کا ذبیحہ ہے۔ آستانوں سے مُراد وہ سب مقامات ہیں جن کو غیر اللہ کی نذر و نیاز چڑھانے کے لیے لوگوں نے مخصوص کر رکھا ہو خواہ وہاں کوئی پتھر یا لکڑی کی مورت ہو یا نہ ہو خانہ کعبہ کے اردگرد دورِ جاہلیت کے لوگوں نے ایسے آستانے بنا رکھے تھے اور اپنے بتوں کا تقرب حاصل کرنے کے لیے وہاں جانوروں کو ذبح کیا کرتے تھے۔

آستانوں کا ذبیحہ بھی غیر اللہ کے نام کے ذبیحے کی قبیل سے ہے کیونکہ دونوں میں طاغوت[1] کی تعظیم و تکریم کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے۔ مگر دونوں میں فرق یہ ہے کہ غیر اللہ کے نام کا ذبیحہ ہو سکتا ہے کہ کسی بُت کے نام پر آستانوں سے دُور کہیں ذبح کیا گیا ہو اور جو آستانوں پر ذبح کیا جائے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اُس پتھر یا لکڑی کی مورت پر یا اس کے نزدیک ذبح کیا جائے خواہ اُس پر غیر اللہ کا نام نہ لیا جائے چونکہ خانہ کعبہ کے اردگرد بہت سے آستانے تھے اور یہ ہو سکتا تھا کہ کوئی شخص اس وہم میں مبتلا ہو جائے کہ ان آستانوں کی نذر و نیاز اور ذبیحوں کا مقصد بیت اللہ کی عظمت کو دوبالا کرنا ہے۔ اس لیے قرآن مجید نے نصِ صریح کے ذریعے آستانوں کے ذبیحوں کو حرام قرار دے کر اس وہم کے امکانات کو ختم کر دیا ہے۔

مچھلی اور ٹڈی مُردار نہیں شریعت نے مچھلیوں اور اس طرح کے دوسرے آبی جانوروں کو مردارِ حرام سے مستثنیٰ قرار دیا ہے چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے سمندر کے پانی کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ پاک ہے اور اس کا مُردار حلال ہے[2]۔ اور اللہ تعالیٰ

[1] اس سے مُراد شیطان اور ہر وہ شخصیت ہے جسے خدا کی حاکمیت کے مقابلے میں لا کھڑا کیا گیا ہو۔
[2] احمد و اصحابِ سُنن۔

سورۂ مائدہ میں فرماتا ہے احل لکم صید البحر وطعامہ (تمہارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کر دیا گیا ہے)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صید البحر سے مراد وہ جانور ہے جو شکار کر کے حاصل کیا جائے اور طعامہٗ سے مراد وہ جانور ہے جسے نیزو غیرہ سے شکار کیا جائے۔ ابنِ عباسؓ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ طعامہٗ سے مراد سمندر کا مُردار ہے۔

صحیحین میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فوجی دستے کو کسی مہم پر روانہ کیا تو انہوں نے ایک بہت بڑی مچھلی کو سمندر کے باہر ایک جگہ مُردہ پایا اور وہ اس میں سے گوشت کاٹ کر تقریباً بیس روز تک کھاتے رہے۔ پھر جب وہ مدینے واپس آئے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مچھلی کا سارا ماجرا سنایا۔ آپؐ نے فرمایا: "وہ رزق کھاؤ جسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے نکالا ہے۔ ہمیں بھی کھلاؤ اگر تمہارے پاس کچھ ہو تو بعض صحابہؓ اس مچھلی کا گوشت آپؐ کی خدمت میں لائے تو آپؐ نے اُسے کھایا۔

ٹڈی کا حکم بھی سمندر کے مردار ہی کی طرح ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مُردہ حالت میں کھانے کی اجازت دی ہے کیونکہ اسے ذبح کرنا ممکن نہیں ہے چنانچہ ابنِ ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات ایسے غزوات میں گئے جن میں ہم نے اُن کے ساتھ ٹڈی کھائی[۱]۔

مُردار کی کھال، ہڈی اور بالوں سے فائدہ اٹھانا مُردار کے حرام ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اُس کا کھانا حرام ہے مگر جہاں تک اُس کی کھال، سینگ، ہڈی یا بال وغیرہ کا تعلق ہے تو ان کے استعمال میں کوئی حرج نہیں بلکہ انہیں استعمال کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ وہ ایک ایسی دولت ہیں جس سے فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے اس لیے انہیں کر دینا جائز نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی کو ایک بکری صدقے میں ملی اور وہ مر گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُدھر سے گزر ہوا تو آپؐ نے فرمایا "کیا تم اُس کی کھال کو کما کر اس سے فائدہ نہیں اُٹھاتے؟" انھوں نے کہا "وہ تو مُردار ہے۔" آپؐ نے فرمایا "حرام تو مُردار کا کھانا ہے"[۲]۔

---

[۱] و [۲] ابنِ ماجہ کے سوا کتبِ حدیث کی یہ روایتیں موجود ہیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مُردار کی کھال کو پاک کرنے کا طریقہ واضح فرما دیا ہے اور وہ ہے اُس کی دباغت۔ ایک حدیث میں ارشاد نبوی ہے کہ کھال کی دباغت ہی اُسے ذبح کرنا ہے[1]۔ یعنی جس طرح بکری وغیرہ کے حلال ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اُسے ذبح کیا جائے اسی طرح کھال کو پاک کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اُسے کما لیا جائے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ کھال کی دباغت اس کی ناپاکی کو دُور کر دیتی ہے[2]۔

صحیح مسلم وغیرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کسی بھی کھال کی اگر دباغت کر لی جائے تو وہ پاک ہو جاتی ہے۔ اہلِ ظاہر، امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد ابو یوسفؒ اور امام شوکانی فرماتے ہیں کہ "کسی بھی کھال" کے الفاظ میں ہر کھال آ جاتی ہے خواہ وہ کتے اور سوّر کی کھال ہو۔

ام المومنین سودہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ ہماری ایک بکری مر گئی تو ہم نے اس کی کھال کو کما لیا پھر ہم اُس میں نبیذ بناتے رہے یہاں تک کہ وہ پرانا مشکیزہ بن گئی[3]۔

اشد ضرورت محرمات کے عام حکم سے مستثنیٰ ہے:

مذکورہ بالا تمام محرمات پر اختیاری حالت میں ہی عمل کیا جا سکتا ہے۔ مگر جہاں تک اضطراری حالت (اشد ضرورت کے وقت) کا تعلق ہے تو اُس کا ایک الگ حکم ہے۔ خداوندِ عالم فرماتا ہے۔

وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ۔ (الانعام: ۱۱۹)

جن چیزوں کا استعمال حالتِ اضطرار کے سوا دوسری تمام حالتوں میں اللہ نے حرام کر دیا ہے اُن کی تفصیل وہ تمہیں بتا چکا ہے۔

مُردار اور خون وغیرہ کی تحریم کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (البقرہ: ۱۷۳)

ہاں جو شخص مجبوری کی حالت میں ہو اور وہ ان میں سے کوئی چیز کھا لے بغیر اس کے کہ وہ قانون شکنی کا ارادہ رکھتا ہو یا ضرورت کی حد سے تجاوز کرے تو اس پر کچھ گناہ نہیں۔ اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

---

[1] ابوداؤد ونسائی۔ [2] حاکم [3] بخاری وغیرہ

اور اشد ضرورت یا حالتِ اضطرار متفقہ طور پر خوراک کی ضرورت ہے۔ یعنی کوئی شخص صرف اُسی وقت حالتِ اضطرار میں سمجھا جائے گا جب اسے سخت بھوک لگی ہو[1] اور کھانے کے لیے اُسے حرام شدہ چیزوں کے سوا کچھ میسّر نہ آسکتا ہو۔ ایسے شخص کے لیے جائز ہے کہ وہ حرام شدہ چیز میں سے بقدرِ ضرورت کھا کر اپنے آپ کو ہلاکت سے بچائے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جب تک اُس شخص کو کوئی حلال چیز میسّر نہ آجائے وہ حرام چیز سیر ہو کر کھا بھی سکتا ہے اور اس میں سے زادِ راہ بھی لے سکتا ہے"۔ اور ان کے علاوہ دوسرے فقہاء اور ائمہ کہتے ہیں کہ حالتِ اضطرار میں گرفتار شخص حرام چیز میں سے صرف قوتِ لایموت ہی کے لیے کھا سکتا ہے اور غالباً اللہ تعالیٰ کے فرمان غیر باغ ولا عادٍ (بغیر اس کے کہ وہ قانون شکنی کا ارادہ رکھتا ہو یا ضرورت کی حد سے تجاوز کرے) سے ظاہر بھی یہی ہوتا ہے بھوک کی وجہ سے حالتِ اضطرار کے بارے میں مندرجہ ذیل صریح نصِ قرآنی موجود ہے۔

فَمَنِ اضْطُرَّ فِیْ مَخْمَصَۃٍ غَیْرَ مُتَجَانِفٍ لِاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (مائدہ: ۳)	البتہ جو شخص بھوک سے مجبور ہو کر حرام شدہ چیزوں میں سے کوئی چیز کھا لے بغیر اس کے کہ گناہ کی طرف اس کا میلان ہو تو بے شک اللہ معاف کرنے والا رحم فرمانے والا ہے۔

ضرورتِ دوا: اگر کسی بیماری سے شفایابی مذکورہ بالا محرمات میں سے کسی ایک کے کھانے پر ہی موقوف ہو تو ایسے موقع پر حرام شدہ چیز کے استعمال کے بارے میں فقہاء نے اختلاف کیا ہے۔ بعض فقہاء دوا کو غذا کی طرح اشد ضرورت نہیں مانتے اور مندرجہ ذیل حدیث بطورِ استدلال پیش کرتے ہیں۔ ارشادِ نبویؐ ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَمْ یَجْعَلْ شِفَاءَکُمْ فِیْمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمْ[2]	اللہ تعالیٰ نے کسی حرام شے میں تمہارے لیے شفا نہیں رکھی۔

اور بعض فقہاء اسے غذا کی طرح اشد ضرورت کا درجہ دیتے ہیں اور دوا اور غذا دونوں کو قیامِ زندگی کے لیے لازمی سمجھتے ہیں اور دوا کے طور پر محرمات کے استعمال کے جواز میں اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ حضور نبی کریمؐ نے عبدالرحمٰن بن عوف اور زبیر بن عوامؓ کو خارش کے عارضے کی وجہ سے ریشم پہننے کی اجازت دے

---

[1] بعض فقہاء کہتے ہیں کہ اُسے اسی بھوک کی حالت میں ایک دن اور رات گزر جائیں۔

[2] اس حدیث کو بخاری نے ابن مسعود کی روایت سے نقل کیا ہے۔

رکھی تھی حالانکہ عام حالات میں ریشم پہننا منع ہے اور اس کے پہننے پر سخت وعید سنائی گئی ہے۔

ہو سکتا ہے کہ یہ بات اسلام سے زیادہ قریب ہو جو اپنی جملہ قانون سازیوں اور احکام و ہدایات میں انسانی زندگی کی پوری پوری حفاظت کرتا ہے تاہم حرام شدہ چیز پر مشتمل کسی دوا کے کھانے میں جو رخصت دی گئی ہے وہ مندرجہ ذیل شرائط سے مشروط ہے۔

۱۔ ایسی دوا کے استعمال نہ کرنے سے واقعی انسانی صحت کے خطرے میں پڑ جانے کا اندیشہ ہو۔

۲۔ حلال چیزوں پر مشتمل کوئی ایسی دوا میسّر نہ آتی ہو جو حرام سے بے نیاز کر دے۔

۳۔ ایسی دوا کو کسی ایسے مسلمان طبیب نے تجویز کیا ہو جس کی ثقاہت، فنِ طبابت اور دین دونوں میں مسلّم ہو۔

ہم اپنے مشاہدے اور مستند اطبا اور ڈاکٹروں کی رپورٹوں کے پیشِ نظر یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ کوئی طبی ضرورت ایسی نہیں جسے پورا کرنے کے لیے لازماً مذکورۂ بالا محرمات میں سے کسی ایک کو بطورِ دوا استعمال کرنا پڑے۔ تاہم ہم احتیاطاً ایک مسلمان کے لیے اس اصول کو برقرار رکھتے ہیں کہ وہ اضطراری حالت میں کسی حرام چیز کو بطورِ دوا استعمال کر سکتا ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کسی وقت وہ کسی ایسے مقام میں رہنے پر مجبور ہو جہاں سوائے ان محرمات کے کوئی شے ملتی ہی نہ ہو۔

جب معاشرے میں دفعِ ضرورت کا سامان موجود ہو تو کوئی فرد مضطر الحال نہیں ہو سکتا

حالتِ اضطرار کے لیے صرف یہی شرط کافی نہیں کہ کسی انسان کے پاس کوئی کھانا موجود ہی نہ ہو بلکہ جب تک کسی معاشرے کے افراد — خواہ وہ مسلمان ہو یا ذمی — کے اتنا فالتو کھانا ہو کہ جس سے کسی دوسرے انسان کی ضرورت پوری ہو سکتی ہو، یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ انسان حالتِ اضطرار میں گرفتار ہے اور وہ حرام چیزیں کھا سکتا ہے۔ کیونکہ اسلامی معاشرہ ایک جسدِ واحد یا سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح ہے جس کے سب حصے ایک دوسرے کی مضبوطی و طاقت کا باعث ہوتے ہیں۔

امام ابنِ حزم رحمۃ اللہ علیہ اجتماعی کفالت کے بارے میں اپنی مشہور کتاب "المحلّی" میں لکھتے ہیں:—

"کسی مجبور مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ مردار یا خنزیر کا گوشت کھائے درآنحالیکہ اس کے اپنے ہی معاشرے میں رہنے والے کسی دوسرے مسلمان یا ذمی کے پاس خود اپنی ضرورت سے

سے زاید کھانا موجود ہو کیونکہ جس کے پاس کھانا موجود ہو اس کا فرض ہے کہ وہ بھوکے کو کھلائے۔ اگر صورتِ حال واقعی ایسی ہو تو وہ مسلمان مُردار یا سوّر کا گوشت کھانے پر مجبور نہیں اور اس کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کھانے کے حصول کے لیے لڑے۔ اگر وہ لڑتا ہوا مارا جائے تو اس کے قاتل کو قصاص دینا پڑیگا۔ اگر کھانا ہونے ہوئے دوسرے بھوکے مسلمان کو نہ دینے والا قتل ہو جائے تو اُسے خدا کا باغی کہا جائیگا اور وہ ہمیشہ کے لیے اللہ کی لعنت کا مستحق ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سورۃ حجرات میں فرماتا ہے: فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ (پس اگر ظلم کرے اِن دونوں میں سے ایک دوسرے پر تو لڑو اُس سے جو زیادتی کرے حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع کرلے)، اور کسی حقدار کو حق رسی سے روکنے والا اپنے بھائی پر زیادتی کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مانعینِ زکوٰۃ سے جنگ کی تھی۔[1]

---

[1] المحلّٰی لابنِ حزم۔ ج ۶ ص ۱۵۹۔

معذرت

ہمیں افسوس کہ اِس پرچہ میں حاجی ایم۔ ترکستانی کے مضمون "اشتراکی رُوس میں مسلمان" کی دوسری قسط عدمِ گنجائش کے باعث شاملِ اشاعت نہیں ہوسکی جس کے لیے ہم قارئین سے معذرت خواہ ہیں۔ انشاءاللہ آئندہ شمارے میں اس کی اشاعت کا اہتمام کر دیا جائے گا۔

ایڈیٹر